مطالعۂ قرآن - اہمیت اور تقاضے

نجیب الحق

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید کو تمام انسانوں کی ہدایت کے لیے نازل فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے قرآن سیکھنے اور سکھانے والے کو بہترین انسان کہا۔ حضرت عثمانؓ بن عفان رسول اللہؐ سے روایت کرتے ہیں کہ تم میں وہ شخص سب سے بہتر ہے جو قرآن کو سیکھے اور سکھائے[۱]۔ ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اہلِ قرآن کو اہل اللہ کہا ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انسانوں میں اللہ کے کچھ خاص لوگ ہیں، (صحابہ نے) پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: قرآن والے (سیکھنے اور عمل کرنے والے)۔ وہی اہل اللہ ہیں اور وہی اس کے خواص ہیں[۲]۔ حضرت عائشہؓ رسولِ اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتی ہیں کہ ہر چیز کے لیے کوئی شرافت اور افتخار ہوا کرتا ہے جس سے وہ تفاخر کیا کرتا ہے۔ میری امت کی رونق اور افتخار قرآن ہے۔ (فی الحلیہ)

تلاوتِ قرآن پر ردِ عمل

قرآن پڑھ کر ایک مسلمان کا کیا ردِّعمل ہونا چاہیے؟ قرآن اس کی تفصیل یوں بیان کرتا ہے: إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَاناً وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ (الانفال: ۸/۲) (سچے اہلِ ایمان تو وہ لوگ ہیں جن کے دل اللہ کا ذکر سُن کر لرز جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیات ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر اعتماد رکھتے ہیں)۔ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَى مَا أَصَابَهُمْ وَالْمُقِيمِي الصَّلَاةِ وَمِمَّا

رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ (الحج:۲۲/۳۵) (وہ لوگ جن کا حال یہ ہے کہ اللہ کا ذکر سنتے ہیں تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں، جو مصیبت بھی اُن پر آتی ہے اُس پر صبر کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ رزق ہم نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں)۔

اللّٰهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَاباً مُّتَشَابِهاً مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَى ذِكْرِ اللّٰهِ ذَلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهِ مَنْ يَشَاءُ وَمَن يُضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ (الزمر:۳۹/۲۳) (اللہ نے بہترین کلام اُتارا ہے، ایک ایسی کتاب جس کے تمام اجزا ہم رنگ ہیں اور جس میں بار بار مضامین دُہرائے گئے ہیں۔ اُسے سُن کر ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرنے والے ہیں اور پھر ان کے جسم اور ان کے دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف راغب ہو جاتے ہیں۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے جس سے وہ راہِ راست پر لے آتا ہے جسے چاہتا ہے۔ اور جسے اللہ ہی ہدایت نہ دے اس کے لیے پھر کوئی ہادی نہیں ہے)۔

آیئے ہم اپنا جائزہ لیں کہ کیا قرآن سن یا پڑھ کر ہماری حالت ایسی ہو جاتی ہے؟ کیا ہمارے جسم لرز اٹھتے ہیں یا رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں؟ کیا ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں؟ اکثر نہیں تو کیا کبھی کبھی ہی ایسا ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ تو سورۂ حشر میں فرماتا ہے کہ: لَوْ أَنزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعاً مُّتَصَدِّعاً مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ (الحشر:۵۹/۲۱) (اگر ہم نے یہ قرآن کسی پہاڑ پر بھی اتار دیا ہوتا تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے دبا جا رہا ہے اور پھٹا پڑتا ہے)۔ مقامِ حسرت اور افسوس ہے کہ آدمی کے دل پر قرآن کا اثر نہ ہو۔ حالانکہ قرآن کی تاثیر اس قدر زبردست ہے کہ اگر وہ پہاڑ جیسی سخت چیز پر اتارا جاتا اور اس میں سمجھ کا مادہ موجود ہوتا تو وہ بھی متکلّم کی عظمت کے سامنے دب جاتا اور مارے خوف کے پارہ پارہ ہو جاتا ہے[۳]۔

تفسیر روح البیان میں ہے کہ اگر ان کے دل قرآن جیسی عظیم کتاب کو سن کر بھی پگھلے نہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے دلوں میں اللہ نے ایسی قساوت پیدا کر دی ہے جس پر کوئی بڑی سے بڑی حقیقت بھی اثر انداز نہیں ہوتی۔ اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی

سنت کے مطابق ایسے دلوں پر مہر ثبت نہ کر دے جس طرح اس نے یہود کے دلوں پر کی ہے۔

نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ کیا ہماری حالت یہ تو نہیں ہوگئی جیسا کہ سورۃ البقرہ کی آیت ۲/۷۴ میں اللہ نے کہا ہے کہ: ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُم مِّن بَعْدِ ذَلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً پھر اس کے بعد تمھارے دل سخت ہو گئے گویا وہ پتھر ہیں یا ان سے بھی زیادہ سخت۔

قرآن فہمی کی ضرورت اور اہمیت

قرآن کے بارے میں اس امت سے پوچھا جائے گا:

فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْ أُوحِيَ إِلَيْكَ إِنَّكَ عَلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ. وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْئَلُونَ (الزخرف: ۴۳/۴۳-۴۴)

(اے پیغمبرؐ) تم بہر حال اس کتاب کو مضبوطی سے تھامے رہو جو وحی کے ذریعے سے تمھارے پاس بھیجی گئی ہے، یقیناً تم سیدھے راستے پر ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب تمھارے لیے اور تمھاری قوم کے لیے ایک بہت بڑا شرف ہے اور عنقریب تم سے اس کی بابت باز پُرس ہوگی۔

پھر سورۂ صٓ میں یہ بھی بتا دیا کہ اس قرآن کے بارے میں ہماری ذمہ داری کیا ہے؟

كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِّيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ (صٓ: ۳۸/۲۹)

(یہ ایک بڑی برکت والی کتاب ہے جو (اے محمد ﷺ) ہم نے تمھاری طرف نازل کی ہے تاکہ یہ لوگ اس کی آیات پر غور کریں اور عقل وفکر والے اس سے سبق لیں)۔

ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ نے اس آیت میں قرآن کو سمجھنے کے دو پہلو بیان کیے ہیں، یعنی تذکر اور تدبّر اور پھر ان دونوں پہلوؤں کی تشریح کی ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

☆ تذکر: قرآن کو اتنا سمجھنا کہ اس سے انسان نصیحت حاصل کر سکے۔

یہ سب کے لیے ضروری ہے۔ قرآن کا بنیادی مقصد یہی ہے کہ ہم اس کو سمجھ کر پڑھیں اور اس پر عمل کریں اور اس کو دوسروں تک پہنچائیں۔ تذکّر میں قرآن پر غور و

فکر تو شامل ہیں مگر بہت گہرائی میں غوطہ زنی کی ضرورت نہیں ہوتی، بہت مشقت و محنت مطلوب نہیں ہے۔ انسان کے اندر طلبِ حقیقت ہو اور قرآن سے براہِ راست رابطہ ہو جائے تو تذکّر حاصل ہو جائے گا۔ قرآن مجید کو اس حد تک سمجھنے کے لیے بس اتنی عربی ضرور آتی ہو کہ عربی متن کو براہِ راست سمجھ سکیں۔ کم از کم اتنا تو ہو کہ جب قاری حضرات نماز یا تراویح میں قرآن پڑھیں تو سمجھ آتی ہو۔ تھوڑی محنت سے یہ فائدہ قرآن سے ہر شخص حاصل کر سکتا ہے۔ سورۂ قرآن میں اللہ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ۔ (القمر:۵۴/ ۱۷) (اور یقیناً ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لیے آسان ذریعہ بنا دیا ہے، پھر کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟)۔ اس آیت کو اس سورہ میں چار بار دہرایا گیا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلاَّ رِجَالاً نُّوحِي إِلَيْهِمْ فَاسْأَلُواْ أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لاَ تَعْلَمُونَ. بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۔ (النحل:۱۶/۴۴) (اے نبی ﷺ ہم نے تم سے پہلے بھی جب کبھی رسول بھیجے ہیں، آدمی ہی بھیجے ہیں جن کی طرف ہم اپنے پیغامات وحی کیا کرتے تھے۔ اہل ذکر سے پوچھ لو اگر تم لوگ خود نہیں جانتے۔ پچھلے رسولوں کو بھی ہم نے روشن نشانیاں اور کتابیں دے کر بھیجا تھا، اور اب یہ ذکر (قرآن) تم پر نازل کیا ہے تا کہ تم لوگوں کے سامنے اُس تعلیم کی تشریح و توضیح کرتے جاؤ جو ان کے لیے اُتاری گئی ہے، اور تا کہ لوگ (خود بھی) غور و فکر کریں)۔

☆ تدبر: تذکّر کے برعکس قرآن پر تدبّر و تفکر کر کے اس کی گہرائی کو سمجھنے کے لیے نہ صرف عربی کے گہرے علم کی ضرورت ہے بلکہ دوسرے علوم سمجھنے کی بھی ضرورت ہے۔ تدبّر کے لحاظ سے قرآن مشکل ترین کتاب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا منبع اور سرچشمہ وحی الٰہی ہے اور علمِ الٰہی لامتناہی ہے۔ اس کو کوئی شخص نہ عبور کر سکتا ہے نہ گہرائی میں اس کی تہہ تک پہنچ سکتا ہے۔ یہ ناممکن ہے چاہے پوری زندگیاں کھپا لیں۔ اس کا احاطہ کرنا کسی کے لیے ممکن نہیں ۵۔

قرآن کی اس طرح تفسیر وتشریح کو سمجھنے کے لیے علما نے کئی بنیادی علوم (۱۵ / یا اس سے زیادہ) کو لازم قرار دیا ہے۔ یہ کام علمائے کرام کا ہے۔ قرآن کی تفسیر اور معنی و مطالب قیامت تک بیان ہوتے رہیں گے اور ایک حدیث کے مفہوم کے مطابق روزِ قیامت تک اس کی تشریح وتفسیر ہوتی رہے گی اور اس کے مطالب ختم نہیں ہوں گے۔

قرآن میں ان لوگوں کو اُمّی (اَن پڑھ) کہا گیا ہے جو قرآن کا علم نہیں رکھتے، چاہے انھوں نے دنیاوی علوم میں پی ایچ ڈی ہی کیوں نہ کی ہو:

وَمِنهُم أُمِّيُّونَ لا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلاَّ أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلاَّ يَظُنُّونَ ۔(البقرۃ: ۲/ ۷۸) (اِن میں ایک دوسرا گروہ اُمّیوں کا ہے، جو کتاب کا تو علم رکھتے نہیں، بس اپنی بے بنیاد امیدوں اور آرزوؤں کو لیے بیٹھے ہیں اور محض وہم وگمان پر چلے جارہے ہیں)۔

جن لوگوں نے اللہ کی آیات کو بھلا دیا انھیں آخرت میں اندھا اٹھایا جائے گا:

وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكاً وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى. قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمَى وَقَدْ كُنتُ بَصِيراً. قَالَ كَذَلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا وَكَذَلِكَ الْيَوْمَ تُنسَى ۔(طٰہٰ: ۲۰/ ۱۲۴-۱۲۶) (اور جو میرے ’ذکر‘ (درسِ نصیحت) سے منہ موڑے گا اُس کے لیے دنیا میں تنگ زندگی ہوگی اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا اٹھائیں گے۔ وہ کہے گا: ’’پروردگار، دنیا میں تو میں آنکھوں والا تھا، یہاں مجھے اندھا کیوں اٹھایا؟‘‘ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ’’ہاں، اسی طرح تو ہماری آیات کو، جب کہ وہ تیرے پاس آئی تھیں، تو نے بھلا دیا تھا۔ اُسی طرح آج تو بھلایا جارہا ہے)۔

اس آیت کی تشریح کے سلسلے میں امام غزالیؒ احیاء العلوم میں ایک مثال پیش کرتے ہیں کہ ایک آقا نے اپنے خدّام کو ایک باغ سُپرد کیا اور اس کی اصلاح وتعمیر کے لیے انھیں ایک تحریری ہدایت نامہ دیا کہ اس کے مطابق باغ کی اصلاح وتعمیر سے کام لینا تھا۔ آقا نے حسن کارکردگی پر ان سے انعام واکرام کا وعدہ کیا اور لاپروائی اور غفلت سے کام لینے پر سخت سزا کی دھمکی دی۔ ان خدّام نے اس ہدایت نامے کی نہایت تعظیم کی۔ اسے بار بار پڑھا بھی لیکن اس کی کسی بات پر عمل نہ کیا اور غفلت سے باغ کی اصلاح وتعمیر

کے بجائے اسے ویران و برباد کر دیا۔ اس ہدایت نامے کی رسمی تعظیم اور بار بار پڑھنے نے انھیں فائدہ نہ پہنچایا سوائے اس کے کہ اس کی خلاف ورزی پر انھوں نے اپنے آپ کو مستوجب سزا ٹھہرالیا[۶]۔

قرآن پسِ پشت ڈالنے پر تنبیہ

قرآن کو جن لوگوں نے پسِ پشت ڈال دیا ہو قیامت کے دن قرآن اُن کے گلے میں پڑا ہوگا اور اللہ کی بارگاہ میں شکایت کرے گا کہ اس بندے نے مجھے چھوڑ دیا تھا۔ اب آپ میرے اور اس کے درمیان فیصلہ فرما دیں:

يَا وَيْلَتَى لَيْتَنِيْ لَمْ أَتَّخِذْ فُلَاناً خَلِيْلاً. لَقَدْ أَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِيْ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنسَانِ خَذُولاً. وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِيْ اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُوراً (الفرقان: ۲۵/ ۲۸-۳۰)

(ہائے شامت! کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اس نے مجھ کو (کتاب) نصیحت کے میرے پاس آنے کے بعد بہکا دیا اور شیطان انسان کو وقت پر دغا دینے والا ہے۔ اور پیغمبر کہیں گے کہ اے پروردگار! میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا)۔

مولانا مفتی محمد شفیعؒ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے معارف القرآن میں فرماتے ہیں: ”قرآن کو عملاً چھوڑ دینا بھی کفار ہی کا کام ہے۔ اس سے ظاہر یہ ہے کہ قرآن کو مہجور اور متروک کر دینے سے مراد قرآن کا انکار ہے جو کفار ہی کا کام ہے۔ مگر بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ جو مسلمان قرآن پر ایمان تو رکھتے ہیں مگر نہ اس کی تلاوت کی پابندی کرتے ہیں نہ اس پر عمل کرنے کی، وہ بھی اس حکم میں داخل ہیں۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے قرآن پڑھا مگر پھر اس کو بند کر کے گھر میں معلق کر دیا، نہ اس کی تلاوت کی پابندی کی، نہ اس کے احکام میں غور کیا۔ قیامت کے روز قرآن اس کے گلے میں پڑا ہوا آئے گا اور اللہ کی بارگاہ میں شکایت کرے گا کہ آپ کے اس بندے نے مجھے چھوڑ دیا تھا۔ اب آپ میرے اور اس کے معاملے کا فیصلہ فرما دیں[۷]۔

تفسیر احسن البیان میں اس آیت کی تشریح یوں کی گئی ہے اس پر ایمان نہ لانا، اس پر عمل نہ کرنا، اس پر غور وفکر نہ کرنا، اور اس کے اوامر پر عمل اور اس کے نواہی سے اجتناب نہ کرنا بھی ہجران ہے اسی طرح اس کو چھوڑ کر اور کتاب کو ترجیح دینا بھی ہجران ہے یعنی قرآن کا ترک اور اس کا چھوڑ دینا ہے جس کے خلاف قیامت کے دن اللہ کے رسول اللہ ﷺ کے دربار میں استغاثہ فرمائیں گے۸۔ تصور کیجیے کہ کتنے بدنصیب ہوں گے وہ لوگ جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ یوں کہیں گے کہ: یہ ہیں میری قوم کے وہ لوگ جنھوں نے قرآن کو چھوڑ دیا تھا تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے قہر وغضب سے کون بچائے گا؟

یہ حقیقت ہے کہ نہ تو ہم قرآن کو سمجھتے ہیں اور نہ اس میں تدبّر وتفکّر ہی سے کام لیتے ہیں۔ ہمارا آج کا یہ دور قبل از اسلام کے دورِ جاہلیت سے کسی بھی صورت میں مختلف نہیں بلکہ آج لوگ حق کے ترک کرنے میں اس سے بھی کہیں آگے بڑھ چکے ہیں۔ جاہلیت بمقابلہ علم وفن نہیں، بلکہ حق سے روگردانی اور خواہشاتِ نفس کی پیروی کا نام جاہلیت ہے آج اس لحاظ سے پوری دنیا خواہشاتِ نفس کی پیروی کر رہی ہے۔ قرآنی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ہم اپنے آپ کو اس ضلالت سے بچا سکتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ قرآن تیرے لیے یا تجھ پر ایک حجت ہے، یعنی یہ کہ اگر تو اسے سمجھے اور اس پر عمل کرے تو تیرے لیے حجت ہے اور یہی قرآن تجھ پر (یعنی تیرے خلاف) حجت ہے، اس صورت میں کہ تو اسے سمجھنے کی کوشش نہ کرے اور عمل پیرا نہ ہو۹۔

قرآن فہمی میں درپیش مشکلات

کسی بھی کام کو شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا حکم دیا گیا مگر قرآن پڑھنے سے پہلے بسم اللہ کے ساتھ تعوذ پڑھنے کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ سورۂ نحل میں ارشاد ہے:

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ (النحل:۱۶/ ۹۸)

(پھر جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطانِ رجیم سے خدا کی پناہ مانگ لیا کرو)۔

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شیطان کسی بھی شخص کو قرآن پڑھنے اور

سیکھنے سے روکنے کا ہر ممکن حربہ استعمال کرتا ہے مگر جب ہم اللہ کا کلام شروع کرنے سے پہلے اعوذ باللہ بھی پڑھ لیں تو شیطان کا یہ حملہ ناکام بنایا جا سکتا ہے۔

شیطان کی کوشش ہمیشہ یہ رہتی ہے کہ وہ لوگوں کو نیک کاموں سے روکے، خصوصاً قرأتِ قرآن جیسے کام سے، جو کہ نیکیوں کا سرچشمہ ہے اسے وہ کب ٹھنڈے دل سے گوارا کر سکتا ہے۔ ضرور اس کی کوشش ہوگی کہ مومن کو اس سے باز رکھے اور اس میں کامیاب نہ ہو، تو ایسی آفات میں مبتلا کر دے جو قرأتِ قرآن کا حقیقی فائدہ حاصل ہونے سے مانع ہوں[۱۰]۔

شیطان عمومی طور پر تین طریقوں سے انسان کو قرآن پڑھنے اور سیکھنے سے روکتا ہے:

☆ قرآن پڑھنے اور سیکھنے کے لیے جب ہم بیٹھتے ہیں تو عین اسی وقت کوئی ایسا دنیاوی کام یاد دلاتا ہے جس کے کرنے کی اہمیت اور ضرورت کو اتنا زیادہ کر دیتا ہے کہ انسان قرآن سیکھنے کو چھوڑ کر ان کے پیچھے لگ جاتا ہے۔

☆ شیطان بعض اوقات دنیاوی کام کو بھی اس طرح دکھانے کی کوشش کرتا ہے کہ یہ بھی تو تم دین ہی کا ایک کام کر رہے ہو اور پھر بندہ اس خوب صورت دام میں پھنس کر دین کا اصل کام، یعنی قرآن سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے دور ہوتا جاتا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہم دین کا کام کر رہے ہیں لیکن حقیقتاً ایسا نہیں ہوتا۔ ہر شخص اپنے دل کو ٹٹول کر جائزہ لے سکتا ہے کہ میں یہ کام اللہ کی رضا کے لیے کر رہا ہوں یا دنیاوی مفاد کی خاطر۔ سورۂ کہف میں ایسے ہی کاموں کے بارے میں ارشاد ہوا ہے:

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُم بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالاً. الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعاً (الکھف: ۱۸/۱۰۳-۱۰۴) (اے نبی ﷺ ان سے کہو، کیا ہم تمھیں بتائیں کہ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ ناکام و نامراد لوگ کون ہیں؟ وہ کہ دنیا کی زندگی میں جن کی ساری سعی و جہد راہِ راست سے بھٹکی رہی اور وہ سمجھتے رہے کہ وہ سب کچھ ٹھیک کر رہے ہیں)۔

اور سورۂ زخرف میں ارشاد ہوا ہے کہ:

وَمَن يَعْشُ عَن ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَاناً فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ. وَإِنَّهُمْ

لَيَصُدُّونَهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُم مُّهْتَدُونَ (الزخرف:۴۳/ ۳۶-۳۷) (جو شخص رحمٰن کے ذکر سے تغافل برتتا ہے، ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں اور وہ اس کا رفیق بن جاتا ہے۔ یہ شیاطین ایسے لوگوں کو راہ راست پر آنے سے روکتے ہیں اور وہ اپنی جگہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ٹھیک جارہے ہیں)۔

رحمٰن کے ذکر سے مراد اس کی یاد بھی ہے، اس کی طرف سے آئی ہوئی نصیحت بھی، اور یہ قرآن بھی۔

☆ شیطان کا تیسرا حملہ یہ ہے کہ دین ہی کی راہ سے کوئی ایسے دوسرے کام سامنے لے آتا ہے اور ان کو ایسا خوش نما بنا دیتا ہے کہ ہم ان کاموں میں لگ کر قرآن سیکھنے کو اپنی ترجیحات میں نچلے درجے پر لے جاتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ یہ اللہ کا وہ واحد کلام ہے جو من وعن لفظاً لفظاً قیامت تک تمام انسانوں کی ہدایت کے لیے محفوظ کر دیا گیا ہے اور جس میں اللہ ہم ہی سے مخاطب ہے۔ اس کو سمجھنے اور سیکھنے کی کوشش کیے بغیر ہم کیسے صراطِ مستقیم کو پا سکتے ہیں؟ وہی صراطِ مستقیم، جس کا ذکر قرآن کی پہلی ہی سورۂ فاتحہ میں کیا گیا ہے اور ہم اپنی نماز میں روزانہ کم از کم ۳۲ مرتبہ اللہ سے اس راہِ ہدایت کا سوال کرتے ہیں اور جس کے جواب میں اللہ نے پورا قرآن اتارا ہے۔ اس میں اس راستے کو وضاحت سے کھول کھول کر روشن نشانیوں کے ساتھ بیان کر دیا ہے تا کہ ہم اس پر عمل کر کے اس صراطِ مستقیم کو پالیں اور دنیا اور آخرت کی کامیابی حاصل کرلیں۔ جب ہم قرآن پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کو اپنی زندگی کی اولین ترجیحات میں رکھیں گے، تو تب ہی اس صراطِ مستقیم کو پاسکیں گے جس کو پانے کی ہم نماز میں روزانہ کم از کم ۳۲ مرتبہ اللہ سے دعا مانگتے ہیں۔

ہمارا کام اخلاص سے قرآن سیکھنے کی کوشش کرنا ہے تا کہ اپنی زندگی اس کی تعلیمات اور ہدایت کے مطابق گزار سکیں۔ یہ فکر تو ہمیں یقیناً ہونی چاہیے کہ ہم قرآن کتنا سیکھ پائے اور اس پہ کتنا عمل کیا؟ لیکن ہمیں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ ہماری ذمہ داری کوشش کرنا ہے، نتیجہ اللہ کے ہاتھ میں ہے کہ وہ کس کو کتنا عطا فرماتا ہے۔ اجر کا تعلق نیت

اور کوشش سے ہے نتائج سے نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص قرآن کو مہارت کے ساتھ پڑھتا ہے تو وہ بڑی عزت والے فرشتوں اور نبیوں کے ساتھ ہوگا، جس کے لیے قرآن پڑھنا مشکل ہو اور پھر بھی محنت کرتا رہا تو اس کے لیے دوہرا اجر ہوگا۔ ایک قرآن پڑھنے کا دوسرا اس پر محنت کرنا کا[۱۱]۔

موجودہ صورتِ حال کا علاج

موجودہ حالات کا واحد علاج یہی ہے کہ ہم کتاب اللہ کی طرف پلٹ آئیں اور اس کو سمجھ کر پڑھنا اپنے اوپر لازم کرلیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی زد میں آ جائیں جس میں رسول اللہ ﷺ نے بعد میں آنے والے لوگوں کے حالات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ: آخری زمانے میں یا اس امت میں ایسی قوم نکلے گی کہ وہ قرآن پڑھے گی لیکن قرآن اس کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا[۱۲]۔ اور آپ ﷺ نے ان لوگوں کو شرار الخلق قرار دیا۔

اسیرِ مالٹا مولانا محمود حسنؒ نے فرمایا مسلمانوں کی موجودہ پستی کے دو ہی سبب ہیں: ترکِ قرآن اور باہمی اختلاف۔ اور اس کا علاج صرف یہی ہے کہ قرآن تعلیمات پر لوگوں کو جمع کیا جائے اور اس کی تعلیم عام کی جائے۔ گویا امت کے اختلاف کو ختم کرنے کا نسخہ بھی صرف قرآن ہی ہے[۱۳]۔

یہ بات شاید انھوں نے حارث بن عبداللہ اعورؒ کی درج ذیل حدیث کی بنیاد پہ کہی ہو جو انھوں نے امیر المومنین حضرت علیؓ کے حوالے سے بیان کی ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے پاس جبریلؑ آئے اور کہنے لگے کہ اے محمد ﷺ! آپ کی امت آپ کے بعد اختلافات میں پڑ جائے گی۔ میں نے پوچھا کہ جبریل! اس سے بچاؤ کا راستہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا: قرآن کریم۔ اسی کے ذریعے اللہ ہر ظالم کو تہس نہس کرے گا۔ جو اس سے مضبوطی کے ساتھ

چمٹ جائے گا وہ نجات پا جائے گا اور جو اسے چھوڑ دے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔ یہ بات انھوں نے دو مرتبہ کہی۔ پھر فرمایا کہ یہ قرآن ایک فیصلہ کن کلام ہے یہ کوئی ہنسی مذاق کی چیز نہیں ہے، زبانوں پر یہ پرانا نہیں ہوتا، اس کے عجائب کبھی ختم نہ ہوں گے، اس میں پہلوں کی خبریں ہیں، درمیان کے فیصلے ہیں اور بعد میں پیش آنے والے حالات ہیں[۱۴]۔

سورۂ مائدہ کی آیت/۶۸ کی تشریح کرتے ہوئے ڈاکٹر اسرار احمدؒ لکھتے ہیں: اسی طرح اللہ تعالیٰ ہم سے فرماتے ہیں کہ کس منہ سے تم نماز پڑھ رہے ہو جب کہ تم نے اللہ کی کتاب کو قائم نہیں کیا۔ یعنی اے قرآن والو! تمھاری کوئی حیثیت نہیں ہے جب تک تم قرآن کو اور جو کچھ تم پر نازل کیا گیا ہے اسے قائم نہیں کرتے[۱۵]۔

آج ہم قرآن سنتے اور پڑھتے ہیں لیکن یہ ہماری زندگی میں تبدیلی کا باعث نہیں بن رہا۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں عرب کے اَن پڑھ بدّو بھی جب قرآن سنتے تو ان کے جسم کانپنے لگتے اور آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے تھے۔ وہ اسے اپنی زندگی سے متعلق پاتے تھے اور اس پر عمل کر کے ایک نئی زندگی کا آغاز کرتے تھے۔ اسی قرآن کی برکت سے بکریاں اور اونٹ چرانے والے یہ لوگ انسانیت کے رہنما بن گئے۔ آج وہی قرآن لفظ بہ لفظ ہمارے درمیان موجود ہے۔ ہر زبان میں بے شمار تفاسیر بھی لکھی گئیں ہیں لیکن اس سب کے باوجود ہم پر اس کا کوئی اثر نہیں ہو رہا۔ آخر کیوں؟ اس لیے کہ ان بدّوؤں کے نزدیک قرآن ایک زندہ حقیقت تھی جس کو سن کر وہ فوراً اس پر عمل کرتے تھے۔ لیکن آج ہم نے اس کو ثواب کی ایک کتاب سمجھ کر اپنی زندگی اور روح سے غیر معلق کر دیا ہے۔

کیا قرآن آج بھی ہمارے لیے ویسے ہی نفع بخش اور زندگی کو تبدیل کرنے والی کتاب بن سکتا ہے؟ اس کا جواب یقیناً ہاں ہی میں ہے۔ بس ضرورت صرف یہ ہے کہ ہم قرآن کو اسی طرح پڑھیں، سمجھیں اور اس پر عمل کریں جس طرح دورِ اول میں اہلِ عرب اور صحابہ کرامؓ نے کیا۔

اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم ابھی یہ فیصلہ کرلیں کہ ہمیں قرآن کو سمجھ کر پڑھنا ہے۔ مزید وقت ضائع کیے بغیر یہ کام آج ہی شروع کر دیں۔ کل کا انتظار نہ کریں

اس لیے کہ کل کا انتظار کرنا بھی شیطان کا ایک حربہ ہوسکتا ہے۔ یاد رکھیں کل کبھی نہیں آتا۔

قرآن پر ایمان لانا

سب سے پہلا کام یہ ہے کہ ہم قرآن پر ایمان لے آئیں۔ یہ بات عجیب سی لگتی ہے لیکن حقیقت یہی ہے کہ ایمان کے دو حصے ہیں، زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق۔ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ ہمیں قرآن مجید پہ کامل یقن ہے لیکن ہمارا طرزِ عمل اس کے خلاف ہے۔ نہ ہم اس کی تلاوت باقاعدگی سے کرتے ہیں اور نہ اسے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور نہ اس کے احکامات پہ ہی عمل کرتے ہیں۔ گویا ہمارا ایمان کمزور ہے۔ ہم زبان سے تو اقرار کرتے ہیں کہ یہ اللہ رب العزت کا کلام ہے لیکن یقین کی دولت سے محروم ہیں۔ ورنہ جسے یہ یقین ہوجائے تو اس کا اوڑھنا بچھونا ہی قرآن بن جاتا ہے[۱۶]۔

قرآن- ترجیحِ اوّل

قرآن سیکھنے کے لیے ہمیں اس کام کو اپنی زندگی کی اولین ترجیحات میں رکھنا ہوگا۔ ہم سبھی دنیاوی تعلیم کے لیے زندگی کے کئی سال اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں لگادیتے ہیں۔ اپنے بچوں کے لیے بہترین اسکولوں اور کالجوں کا انتخاب کرتے ہیں۔ اس پر اپنا مال اور وقت خرچ کرتے ہیں۔ یہ سب اپنی جگہ ضروری ہے۔ لیکن ہمیں یہ بھی سوچنا چاہیے کہ ہم اپنے اور اپنے بچوں کے لیے قرآن کی تعلیم کا کیا بندوبست کررہے ہیں؟ اپنے وسائل اور وقت کا کتنے فی صد اس پر خرچ کررہے ہیں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم بچے کی تعلیم یا اپنی کسی دوسری مصروفیت کے لیے تو پیسہ خرچ کرنے اور گھنٹوں وقت دینے کو تیار ہیں لیکن مفت میں قرآن سیکھنے کے لیے تھوڑا سا وقت نکالنا بھی گوارا نہیں؟ اور اس بات پر اکتفا کر بیٹھے ہیں کہ چند سو روپوں کے عوض بچوں کو صرف ناظرہ قرآن پڑھانے کے لیے ایک قاری صاحب کا بندوبست کرلیا ہے اور خود بغیر سمجھے قرآن پڑھنے پہ اکتفا کرلیا ہے؟

قرآن سے رہنمائی کا اصول

قرآنِ کریم کا مطالعہ کرتے وقت ہم کھلے ذہن اور دل سے اللہ کا حکم جاننے اور اسی کی آواز سننے کی کوشش کریں۔اس میں اپنے خیالات تلاش کرنے کی کوشش نہ کریں۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو ہمیں اپنی ہی آواز کی بازگشت سنائی دے گی اور ہم اللہ کی آواز نہیں سن سکیں گے۔ اس کام کی ابتدا میں سب سے اہم بات اخلاص نیت ہے۔ ہمارا یہ مصمّم ارادہ ہو کہ قرآن کو سمجھ کر اس کے ذریعے ہم اپنی زندگی کو تبدیل کریں گے۔ اس کا رنگ سب سے بہتر رنگ ہے۔ ہم اس میں اپنے آپ کو رنگ لیں گے۔قرآن کو عملی طور پر سمجھنے اور اس کے صحیح ادراک کے بارے میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ فرماتے ہیں کہ:

اسے تو پوری طرح آپ اسی وقت سمجھ سکتے ہیں جب آپ اسے لے کر اٹھیں اور دعوت الی اللہ کا کام شروع کریں اور جس طرح یہ کتاب ہدایت دیتی ہے اسی طرح قدم اٹھاتے جائیں۔ قرآن کے احکام، اس کی اخلاقی تعلیمات، اس کی معاشی اور تمدنی ہدایات اور زندگی کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں اس کے بتائے ہوئے اصول وقوانین آدمی کی سمجھ میں اس وقت تک آ ہی نہیں سکتے جب تک وہ عملاً ان کو برت کر نہ دیکھے۔ نہ وہ فرد اس کتاب کو سمجھ سکتا ہے جس نے اپنی انفرادی زندگی کو اس کی پیروی سے آزاد رکھا اور نہ وہ قوم اس سے آشنا ہوسکتا ہے جس کے سارے ہی اجتماعی ادارے اس کی بنائی ہوئی روش کے خلاف چل رہے ہوں [۱۷]۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں قرآن پڑھنے، اس کی تعلیمات کو سمجھنے، اس پر عمل کرنے اور اس کو دوسروں تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

(ماخوذ از: ماہنامہ عالمی ترجمان القرآن، لاہور، مئی ۲۰۱۵ء/اصل مضمون میں حواشی متن کے اندر مندرج تھے، مجلّہ علوم القرآن کے طریقہ ریفرنسنگ کے مطابق انھیں مضمون کے آخر میں دیا گیا ہے اور نامکمل حواشی کی تکمیل کردی گئی ہے)

حواشی و مراجع

۱۔ صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ

۲۔ سنن ابن ماجہ، باب فضل من تعلم القرآن وعلمہ

۳۔ القرآن الکریم (اردو ترجمہ: محمود الحسن رتفسیر: شبیر احمد عثمانی)، شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس، مدینہ منورہ، ۱۴۱۳ھ، ص ۷۲۷

۴۔ تفسیر روح البیان، ۱۱/۵۶۶

۵۔ بیان القرآن، ۱/۹۶-۹۷

۶۔ تدریس لغۃ القرآن (مرتبہ ابومسعود حسن علوی)، اسلامک ریسرچ اکیڈمی، راولپنڈی، ص ۲۲-۲۳

۷۔ معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، ۶/۴۷۱

۸۔ تفسیر احسن البیان رقرآن کریم مع اردو ترجمہ وتفسیر (ترجمہ: محمد جوناگڑھی رتفسیری حواشی: صلاح الدین یوسف)، مدینہ منورہ، ۱۴۱۷ھ، ص ۱۰۰۱

۹۔ تدریس لغۃ القرآن، ص ۱۵-۱۶، ۲۸

۱۰۔ تفسیر عثمانی، ص ۳۶۸

۱۱۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل القرآن، باب فضل الماہر بالقرآن والذی یتتعتع فیہ

۱۲۔ صحیح بخاری، کتاب استتابۃ المرتدین والمعاندین، باب قتل الخوارج والملحدین بعد اقامۃ الحجۃ علیہم

۱۳۔ مفتی محمد شفیع، وحدت امت، رحمان پبلشرز، دہلی (بدون تاریخ)، ص ۵۰-۵۱

۱۴۔ جامع ترمذی، ابواب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل القرآن

۱۵۔ اسرار احمد، قرآن حکیم اور ہم، انجمن خدام القرآن، لاہور، ص ۲۹

۱۶۔ قرآن مجید کے حقوق، چلڈرن قرآن سوسائٹی، ۱۷- وحدت روڈ، لاہور

۱۷۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی، ۲۰۰۰ء، ۱/۳۴-۳۵